# قرآن کریم اور حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے الہامات دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النّبیّین قرار دیتے ہیں

(فرمودہ 4 نومبر 1955ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیتِ قرآنیہ کی تلاوت فرمائی۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ 1

اس کے بعد فرمایا۔

"قرآن کریم میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جہاں اَور بہت سے نام آئے ہیں وہاں آپ کا ایک نام خاتم النّبیّین بھی آیا ہے۔ اور گو خاتم النّبیّین کی مختلف تاویلیں کی جاتی ہیں لیکن لفظ خاتم النّبیّین پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ اور ہم بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سچے دل سے خاتم النّبیّین تسلیم کرتے ہیں۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ جو شخص ختمِ نبوت کا منکر ہو اُس کو میں "بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں" 2۔ لیکن پچھلے دنوں جب ہماری جماعت کے خلاف ملک میں شورش پیدا ہوئی تو ہم پر یہ الزام لگایا گیا کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ خاتم النّبیّین نہیں مانتے۔ ہم نے متواتر اِس بات پر زور دیا کہ ہم قرآن کریم پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور جب قرآن کریم میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النّبیّین قرار دیا گیا ہے تو ہم آپؐ کے

خاتم النّبیّن ہونے سے کیسے انکار کرسکتے ہیں۔ اگر یہ بات صرف حدیث میں آتی تو گو ہم حدیثوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں لیکن کہنے والا کہہ سکتا تھا کہ چونکہ یہ بات قرآن کریم میں نہیں آئی اس لیے رسول کریم ﷺ کے خاتم النّبیّن ہونے پر تم یقین نہیں رکھتے۔ لیکن یہ لفظ تو قرآن کریم میں آیا ہے۔ پس جو شخص رسول کریم ﷺ کو خاتم النّبیّن نہیں مانے گا وہ دوسرے الفاظ میں قرآن کریم کو بھی نہیں مانے گا۔ لیکن ہم تو قرآن کریم پر ایمان رکھتے ہیں۔ پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ رسول کریم ﷺ کو خاتم النّبیّن یقین نہ کریں۔ لفظ خاتم النّبیّن کی تشریح میں اختلاف ہوسکتا ہے لیکن رسول کریم ﷺ کو خاتم النّبیّن یقین کرنے میں کوئی اختلاف نہیں ہوسکتا۔ ہر شخص جو قرآن کریم کو مانتا ہے لازماً وہ آپ ﷺ کو خاتم النّبیّن بھی مانے گا۔

جب ہماری جماعت کے افراد معترضین کو یہ جواب دیتے تھے تو وہ کہتے تھے کہ تم قرآن کریم کو بھی نہیں مانتے۔ تم تو مرزا صاحب (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے الہامات کو قرآن کریم سے افضل سمجھتے ہو۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ہم آپ کے الہامات کو قرآن کریم کے تابع سمجھتے ہیں اور انہیں قرآن کریم کا خادم قرار دیتے ہیں۔ جیسے مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام محمد رسول اللہ ﷺ کے خادم ہیں اسی طرح آپ کے الہامات قرآن کریم کے خادم ہیں۔ انہیں کوئی علیحدہ اور مستقل حیثیت حاصل نہیں۔ چنانچہ آپ نے اپنی کتابوں میں صاف طور پر لکھا ہے کہ " اگر میں آنحضرت ﷺ کی امت نہ ہوتا اور آپ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی میں کبھی یہ شرف مکالمہ ومخاطبہ ہرگز نہ پاتا"3 پس جس طرح یہ بات سچ ہے کہ حضرت مرزا صاحب محمد رسول اللہ ﷺ کے خادم اور غلام ہیں اِسی طرح یہ بات بھی سچ ہے کہ اگر کوئی شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات کو قرآن کریم کا مخالف یا اسے رد کرنے والا سمجھتا ہے تو وہ احمدیت اور اسلام سے خارج ہے۔ بہرحال یہ بات گو انتہائی غیر معقول تھی لیکن کہا جاتا تھا کہ ہم حضرت مرزا صاحب کے الہامات کو نعوذ باللہ قرآن کریم پر مقدم خیال کرتے ہیں اور قرآن کریم کو محض دکھاوے کے طور پر مانتے ہیں۔ حالانکہ اگر اُن کا یہ اعتراض سچا ہے تو پھر ہم بیرونی ممالک میں جا کر اسلام کی اشاعت کے لیے کیوں تکالیف اٹھا رہے ہیں؟ اگر رسول کریم ﷺ اور قرآن کریم پر ہم سچے طور پر ایمان نہیں لاتے تو ہم اسلام کو پھیلانے کے لیے دوسرے ممالک

میں کیوں جاتے ہیں؟ ہمارا بیرونی ممالک میں اسلام پھیلانا بتاتا ہے کہ ہم اسلام اور محمد رسول اللہ ﷺ پر سچا ایمان رکھتے ہیں۔ لیکن بہرحال جب دشمن عداوت میں بڑھ جاتا ہے تو وہ مخالفت میں معقولیت کو نظرانداز کردیتا ہے۔ انہوں نے ہم پر الزام لگایا کہ ہم قرآن کریم کو نہیں مانتے اور مرزا صاحب کو محمد رسول اللہ ﷺ سے افضل سمجھتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ہم اِس قسم کے عقیدہ کو کفر کا موجب سمجھتے ہیں کہ کسی شخص کو رسول کریم ﷺ سے افضل سمجھا جائے یا اُس کی وحی کو قرآن کریم سے برتر قرار دیا جائے۔

قرآن کریم تو مضامین کا ایک سمندر ہے۔ ہماری ساری تمدنی ضرورتیں قرآن کریم سے پوری ہوتی ہیں۔ ہماری ساری معاشی ضرورتیں قرآن کریم سے پوری ہوتی ہیں۔ ہماری ساری عائلی ضرورتیں قرآن کریم سے پوری ہوتی ہیں۔ ہماری ساری عقلی ضرورتیں قرآن کریم سے پوری ہوتی ہیں۔ ہماری ساری سیاسی ضرورتیں قرآن کریم سے پوری ہوتی ہیں۔ ہماری ساری اخلاقی ضرورتیں قرآن کریم سے پوری ہوتی ہیں۔ ہماری ساری روحانی ضرورتیں قرآن کریم سے پوری ہوتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات قرآن کریم کا قائم مقام نہیں ہوسکتے۔ اگر کوئی شخص نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذَالِکَ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات قرآن کریم سے افضل یا اس کو رد کرنے والا مانے تو وہ قرآن کریم کی ان ساری تعلیموں کو آپ کے الہامات سے نہیں نکال سکتا۔ گویا اگر کسی شخص کا فی الواقع یہ عقیدہ ہو کہ آپ کے الہامات نعوذ باللہ قرآن کریم کے قائم مقام ہیں تو وہ اُن ساری برکتوں سے محروم ہوجائے گا جو قرآن کریم سے حاصل ہوتی ہیں۔ آپ کے الہامات قرآن کریم کی تشریح ہیں اور قرآن کریم کی بعض منطقی باتیں جو آسانی سے سمجھ میں نہیں آسکتیں آپ کے الہامات کی روشنی میں سمجھ آجاتی ہیں۔ لیکن اگر ہم یہ سمجھیں کہ قرآن کریم کے سارے مضامین ان الہامات سے نکل آئیں گے تو یہ بالکل احمقانہ بات ہوگی۔ قرآن کریم ایک جامع اور کامل اور تمام الہامی کتب سے افضل کتاب ہے اور مرزا صاحب کے الہامات قرآن کے خادم ہیں۔ اس لیے قرآن کریم میں تو سارے اخلاقی، روحانی، عقلی، سیاسی، معاشی، اقتصادی اور ایمانی مضامین آگئے ہیں۔ لیکن حضرت مرزا صاحب کے الہاموں میں یہ تمام مضامین بیان نہیں کئے گئے۔ کیونکہ آپ کو الہام کرنے والا خدا جانتا تھا کہ یہ

تمام مضامین قرآن کریم میں آ چکے ہیں اس لیے اب اُنہیں دہرانے کی ضرورت نہیں۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ کے الہامات میں بھی کئی اہم باتیں بیان کی گئی ہیں۔لیکن وہ قرآن کریم سے زائد نہیں بلکہ اس کی تشریح کے طور پر ہیں۔پس اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات قرآن کریم کے قائم مقام ہیں تو وہ اُن ساری برکتوں سے محروم ہو جائے گا جو قرآن کریم سے حاصل ہوتی ہیں۔نہ اس کے پاس سیاسی راہ نمائی رہے گی، نہ عقلی راہ نمائی رہے گی، نہ اقتصادی اور معاشی راہ نمائی رہے گی۔وہ اِسی طرح ٹامک ٹوئیے مارتا پھرے گا جیسے قرآن کریم پر ایمان نہ لانے والے لوگ ٹامک ٹوئیے مارتے پھرتے ہیں۔اور اگر وہ ان راہ نمائیوں کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات سے باہر جائے گا تو وہ آپ ہی اپنے عقیدہ کو چھوڑنے والا ہوگا۔کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ ہر قسم کی راہ نمائی آپ کے الہامات میں پائی جاتی ہے۔لیکن جب وہ یہ کہے گا کہ میں معاشی راہ نمائی کے لیے قرآن کریم کا محتاج ہوں، جب وہ یہ کہے گا کہ میں سیاسی راہ نمائی کے لیے قرآن کریم کا محتاج ہوں، جب وہ یہ کہے گا کہ میں روحانی اور عقلی راہ نمائی کے لیے قرآن کریم کا محتاج ہوں، جب وہ یہ کہے گا کہ میں تمدنی اور عائلی راہ نمائی کے لیے قرآن کریم کا محتاج ہوں۔تو وہ خود اِس بات کا اقرار کرے گا کہ یہ ساری باتیں قرآن کریم میں پائی جاتی ہیں۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات میں نہیں پائی جاتیں۔

پس یہ بات بالکل غلط ہے کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات کو قرآن کریم پر ترجیح دیتے ہیں۔ہم جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو محمد رسول اللہ ﷺ کا خادم اور غلام سمجھتے ہیں اِسی طرح ہم آپ کے الہامات کو بھی قرآن کریم کا خادم یقین کرتے ہیں۔جس طرح خادم اپنے آقا کی چیزوں کی صفائی کرتا ہے اور ان کی نگرانی کرتا ہے اِسی طرح قرآن کریم پر مسلمانوں نے اپنی غلط تشریحات کی وجہ سے جو گرد وغبار ڈال دی تھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات اس گرد وغبار کو صاف کرتے ہیں۔لیکن کیا کوئی غلام اپنے آقا کی چیزوں کو اپنی طرف منسوب کر سکتا ہے؟ یا وہ اپنے آپ کو اُس سے افضل قرار دے سکتا ہے؟ اُس کا کام تو اپنے آقا کے کپڑوں کو صاف کرنا، انہیں سنبھال کر رکھنا، جُوتے پالش کرنا

اور دوسری خدمات بجالانا ہوتا ہے۔ اِسی طرح حضرت مرزا صاحب کے الہاموں کا ایک خادم کی حیثیت میں یہ کام ہے کہ وہ قرآن کریم کے معانی کو محفوظ رکھیں اور وہ گرد و غبار جو قرآن کریم پر پڑ گیا ہے اُسے صاف کریں۔ یہ گرد و غبار قرآن کریم کا حصہ نہیں بلکہ لوگوں نے اپنے غلط خیالات کی وجہ سے قرآن کریم کے معانی پر ڈال دیا ہے۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات قرآن کریم کے خادم ہیں اور ان کا کام اس سے گرد و غبار کو دور کرنا ہے۔ ان کی حیثیت شروع سے ہی قرآن کریم کے خادم کی سی ہے اور آئندہ بھی ہمیشہ ان کی یہی حیثیت رہے گی۔ لیکن چونکہ مخالفین ہم پر یہ الزام لگاتے تھے کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات کو قرآن کریم پر ترجیح دیتے ہیں اور محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم النّبیّن نہیں سمجھتے اس لیے میری توجہ اِس طرف پھری کہ میں اِس بات کی تحقیق کروں کہ آیا آپ کے الہامات میں بھی محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم النّبیّن قرار دیا گیا ہے یا نہیں؟ چنانچہ میں نے تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ تذکرہ میں تین دفعہ یہ الہام درج ہے کہ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ سَیِّدُ وُلْدِاٰدَمَ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ 4 یعنی محمد رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجو جو تمام بنی آدم کے سردار اور خاتم النّبیّن ہیں۔ اب اگر معترضین کا یہ اعتراض درست ہے کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وحی کو قرآن کریم پر ترجیح دیتے ہیں تو اگر ہم محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم النّبیّن نہیں مانتے تو اپنے عمل سے ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جھوٹا قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ ایک طرف تو ہم معترضین کے قول کے مطابق آپ کو محمد رسول اللہ ﷺ سے بھی بڑا اور افضل قرار دیتے ہیں اور دوسری طرف آپ کے الہام کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔ اور اگر ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وحی کو قرآن کریم سے افضل قرار نہیں دیتے بلکہ انہیں قرآن کریم کے خادم کے طور پر تسلیم کرتے ہیں تو پھر اِس بات میں بھی کوئی شک نہیں رہتا کہ ہمارے اپنے عقیدہ کی رُو سے بھی محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النّبیّن ہیں۔ کیونکہ مرزا صاحب کے الہامات میں بھی محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم النّبیّن قرار دیا گیا ہے۔

غور کرو کہ یہ کتنی واضح بات ہے۔ اگر ہم اس بات میں سچے ہیں کہ قرآن کریم اصل ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات اس کے تابع ہیں تو جب قرآن کریم کہتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النّبیّن ہیں تو ہم آپ کے خاتم النّبیّن ہونے سے کس طرح انکار کر سکتے ہیں۔

اور اگر ہمارے مخالفین اپنے اس قول میں سچے ہیں کہ ہم قرآن کریم پر حضرت مرزا صاحب کی وحی کو مقدم سمجھتے ہیں تب بھی یہ کس طرح ممکن ہوسکتا ہے کہ ہم محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم النّبیّن نہ مانیں کیونکہ حضرت مرزا صاحب کے الہامات میں آپؐ کو خاتم النّبیّن کہا گیا ہے۔ غرض اگر ہم محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم النّبیّن یقین نہ کریں تو ہم نہ صرف قرآن کریم کی تکذیب کرتے ہیں بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات کی بھی تکذیب کرتے ہیں۔ گویا اگر ہم اپنے قول میں سچے ہیں تب بھی ہم محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم النّبیّن مانتے ہیں اور اگر معترضین کا اعتراض درست ہے تب بھی ہم آپ کو خاتم النّبیّن مانتے ہیں۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وحی میں بھی رسول کریم ﷺ کو خاتم النّبیّن قرار دیا گیا ہے اور قرآن کریم میں بھی آپ کو خاتم النّبیّن قرار دیا گیا ہے۔ غرض چاہے ہم کو سچا قرار دیا جائے یا معترضین کو اُن کے قول میں سچا سمجھ لیا جائے دونوں صورتوں میں یہ ماننا پڑے گا کہ ہم محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم النّبیّن مانتے ہیں۔ ہمارے سچا ہونے کی صورت میں قرآن کریم میں آپ کو خاتم النّبیّن کہا گیا ہے جس سے ہم انکار نہیں کر سکتے۔ اور مخالفین کے سچا ہونے کی صورت میں مرزا صاحب کے الہامات میں بھی آپؐ کو خاتم النّبیّن کہا گیا ہے جس سے ہم انکار نہیں کر سکتے۔ پھر دوسرے لوگوں کو تو بھاگنے کی کوئی گنجائش بھی مل سکتی ہے۔ جیسے بہائی بھی رسول کریم ﷺ کو خاتم النّبیّن مانتے ہیں لیکن ساتھ ہی اُن کا یہ عقیدہ ہے کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی تو نہیں آئے گا ہاں خدا آ جائے گا۔ چنانچہ اِسی وجہ سے وہ بہاء اللہ کی الوہیت کے قائل ہیں۔ لیکن ہم تو کوئی اَور راہ اختیار ہی نہیں کر سکتے۔ اگر ہم رسول کریم ﷺ کو خاتم النّبیّن یقین نہیں کرتے تو ہم قرآن کریم کا بھی انکار کرتے ہیں اور حضرت مرزا صاحب کے الہامات کا بھی انکار کرتے ہیں۔

پس یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ کوئی ایماندار احمدی یہ گمان تک نہیں کرسکتا کہ محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النّبیّن نہیں تھے۔ اگر ہم قرآن کریم کی طرف جاتے ہیں تو اس میں بھی آپ کو خاتم النّبیّن کہا گیا ہے اور اگر ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات کی طرف جاتے ہیں تو اُن میں بھی آپؐ کو خاتم النّبیّن کہا گیا ہے۔ پھر اگر ہم آپؑ کی تحریروں کو دیکھتے ہیں تو اُن میں بھی بار بار آپ کو خاتم النّبیّن کہا گیا ہے۔ پھر کوئی سچا احمدی آپؐ کے خاتم النّبیّن ہونے میں کس طرح شبہ کرسکتا

ہے۔ جدھر بھی کوئی جائے اُسے یہی آواز آئے گی کہ محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النّبیّن ہیں۔ قرآن کریم سے بھی یہی آواز آتی ہے کہ آپؐ خاتم النّبیّن ہیں اور حضرت مرزا صاحب کے الہامات اور تحریروں سے بھی یہی آواز آتی ہے کہ آپؐ خاتم النّبیّن ہیں۔ پس ایک احمدی کے لیے آپؐ کو خاتم النّبیّن ماننے کے سوا اور کوئی چارہ ہی نہیں۔ سوائے اِس کے کہ وہ خود اپنی قبر کھود کر اپنی روحانی موت کا اعلان کر دے۔ ورنہ اسے اپنی زندگی کے ہر لحمہ میں آپؐ کو خاتم النّبیّن ماننا پڑے گا۔ کیونکہ قرآن کریم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات دونوں آپ کو خاتم النّبیّن قرار دیتے ہیں۔ اور وہ قرآن کریم پر ایمان رکھتے ہوئے بھی آپؐ کے خاتم النّبیّن ہونے سے انکار نہیں کر سکتا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات پر ایمان رکھتے ہوئے بھی آپ کے خاتم النّبیّن ہونے سے انکار نہیں کر سکتا۔

میں اِس موقع پر جماعت کے دوستوں سے یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ انہیں ہر وقت ہوشیار رہنا چاہیے گو معترض ہم پر غلط اعتراض کرتے ہیں کہ ہم رسول کریم ﷺ کو خاتم النّبیّن نہیں سمجھتے۔ ہم قرآن کریم پر ایمان رکھتے ہیں اور قرآن کریم محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم النّبیّن قرار دیتا ہے۔ ہم حضرت مرزا صاحب کے الہامات کو سچا سمجھتے ہیں اور حضرت مرزا صاحب کے الہامات بھی محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم النّبیّن قرار دیتے ہیں۔ لیکن ممکن ہے پچاس ساٹھ یاسَو سال کے بعد کوئی بیوقوف احمدی ایسا پیدا ہو جو رسول کریم ﷺ کے اس بلند مقام کے بارہ میں کسی وسوسہ میں مبتلا ہو جائے۔ ایسے لوگوں کے وساوس کو دور کرنا بھی ہماری جماعت کا کام ہے۔

پس جماعت کے دوستوں کو یہ بات صرف غیر احمدی علماء پر ہی نہیں چھوڑنی چاہیے کہ وہ رسول کریم ﷺ کی ختمِ نبوت کو لوگوں کے قلوب میں راسخ کریں۔ بلکہ ہمارے علماء کا بھی فرض ہے کہ وہ اس مسئلہ کو اِس طرح بار بار جماعت کے سامنے لائیں کہ تین سال سے لے کر 103 سال کی عمر تک کے لوگ سب کے سب اِس عقیدہ میں پختہ ہوں کہ رسول کریم ﷺ خاتم النّبیّن ہیں تا کہ ایک ہزار سال کے بعد بھی کوئی احمدی اِس قسم کے وسوسہ میں مبتلا نہ ہو کہ آپؐ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ خاتم النّبیّن نہیں۔ پس اِس مسئلہ کو جماعت میں راسخ کرو۔ کیونکہ یہ ہمارے مذہب کی جان ہے۔

میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ تم کسی آیتِ قرآنیہ کے کوئی نئے معنے نہ کرو۔ تم بے شک اُس کے

نئے معنے کرو لیکن وہ معنے قرآن اور حدیث اور عقل کے مطابق ہونے چاہئیں۔ مثلاً میں نے یہ ایک عقلی بات بتائی ہے کہ قرآن کریم میں تمام ضروری مضمون آگئے ہیں۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات میں وہ سارے مضامین نہیں۔ اب اگر کوئی کہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات نعوذ باللہ قرآن کریم کے برابر ہیں یا وہ قرآن کریم پر مقدم ہیں تو اُس کو قرآن کریم کی ساری تعلیمیں چھوڑنی پڑیں گی۔ اس کی اقتصادی تعلیم بھی اسے چھوڑنی پڑے گی، اس کی اخلاقی تعلیم بھی اسے چھوڑنی پڑے گی، اس کی سیاسی تعلیم بھی اسے چھوڑنی پڑے گی، اس کی عائلی تعلیم بھی اُسے چھوڑنی پڑے گی، اس کی تمدنی تعلیم بھی اسے چھوڑنی پڑے گی۔ پھر اس میں عبادات کے متعلق جو باتیں بیان ہوئی ہیں، روحانیت کے متعلق جو باتیں بیان ہوئی ہیں، ورثہ کے متعلق جو باتیں بیان ہوئی ہیں، آپس کے لڑائی جھگڑوں کو دور کرنے کے متعلق جو باتیں بیان ہوئی ہیں وہ سب اُسے چھوڑنی پڑیں گی۔ اور اِن سب کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات سے نکالنا پڑے گا۔ اور یہ یقینی بات ہے کہ وہ ان سب تعلیموں کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات سے نہیں نکال سکتا۔ اُس کو جھک مار کر آخر قرآن کریم کی طرف ہی جانا پڑے گا۔ کیونکہ یہ ساری باتیں قرآن کریم میں ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات میں نہیں۔ آپ کے الہامات قرآن کریم کے خادم ہیں۔ اور اگر خادم کے پاس کوئی چیز نہ ہو تو وہ آقا کے پاس جاتا ہے اور اُس سے مانگ کر لے آتا ہے۔ اِسی طرح جو چیز حضرت مرزا صاحب کے الہامات میں نہ ہوگی وہ قرآن کریم سے ہم مانگ لیں گے اور اس طرح ہماری ہر ضرورت پوری ہو جائے گی۔ ہم نے تو یہ کبھی دعویٰ ہی نہیں کیا کہ مرزا صاحب کے الہامات اپنی کوئی علیحدہ حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ قرآن کریم کے خادم ہیں اور خادم کے پاس اگر کوئی چیز نہ ہو تو وہ آقا سے مانگ لیا کرتا ہے۔ اِس لیے اگر ہمیں کسی چیز کی ضرورت ہوگی تو قرآن کریم سے مانگ لیں گے۔ پھر جس طرح آپ کے الہامات قرآن کریم کے خادم ہیں۔ اِسی طرح حضرت مرزا صاحب محمد رسول اللہ ﷺ کے خادم ہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ اور قرآن کریم کے گھر میں سب کچھ موجود ہے۔ وہاں کسی چیز کی کمی نہیں۔ اس لیے جب بھی ہمیں کوئی تنگی پیش آئے گی، جب بھی کوئی ضرورت پیش آئے گی ہم محمد رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر جائیں گے اور کہیں

گے کہ آپ ہمارے آقا ہیں، ہماری پرورش آپ کے ذمہ ہے۔ اس لیے آپ ہی ہماری ضرورت کو پورا فرمائیں۔ اِسی طرح جب بھی کسی اہم معاملہ میں ہمیں کسی روشنی کی ضرورت ہوگی ہم قرآن کریم کے پاس جائیں گے اور اُس سے روشنی حاصل کریں گے۔ جب آقا موجود ہے تو ہمیں کوئی فکر نہیں ہوسکتا۔ ہر ضرورت کے وقت ہم اُس کے پاس جائیں گے اور جس چیز کی ضرورت ہوگی اُس سے مانگ لیں گے۔

ہاں اگر کوئی ایسی بات ہو کہ جس کا گردوغبار کی وجہ سے صحیح پتا نہ لگ سکے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات سے اُس کا پتا لگ سکتا ہے۔ میں نے اِس رنگ میں "تذکرہ" کا مطالعہ کیا ہے اور اس سے بہت کچھ فائدہ اٹھایا ہے۔ مثلاً قرآن کریم کی ایک آیت ہے کہ اَوَلَمْ يَرَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا 5 اس آیت کے متعلق مفسرین نے بڑی بحثیں کی ہیں لیکن وہ کسی صحیح نتیجہ تک نہیں پہنچ سکے۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات میں اِس کو حل کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ یہی آیت آپ پر بھی نازل ہوئی اور ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے ساتھ "وحی" کا ذکر آتا ہے۔ چنانچہ آپ کا ایک الہام ہے اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ۔ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ 6 اِس وحی کے لفظ نے آیت کے معنوں سے پردہ اٹھا دیا اور بتا دیا کہ ایک زمانہ ایسا آتا ہے جب وحیِ الٰہی سے دنیا محروم ہوجاتی ہے۔ لیکن پھر اللہ تعالیٰ اس بند دروازہ کو کھول دیتا ہے اور وحیِ الٰہی کا سلسلہ جاری ہوجاتا ہے۔ گویا "كَانَتَا رَتْقًا" اور "فَفَتَقْنٰهُمَا" کے معنی ہماری سمجھ میں آگئے۔ اس سے پہلے "رتقا" اور "فتق" کے معنی کسی مفسر پر اِس رنگ میں نہیں کُھلے۔ وہ اَور اَور معنے کرتے رہے ہیں لیکن جب خدا تعالیٰ نے یہ آیت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر الہاماً نازل کی تو اِس کے معنے واضح ہوگئے۔ اِسی طرح اَور بیسیوں آیات قرآن کریم کی ایسی ہیں جن کے معنے آسانی سے سمجھ نہیں آتے تھے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات کی وجہ سے اُن پر ایسی روشنی پڑی کہ ان کے معنے حل ہوگئے۔

میں نے پہلے بھی کئی دفعہ بتایا ہے کہ قرآن کریم میں حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق جو

''خَلْقِ طَیْر'' کا معجزہ بیان کیا گیا ہے اس میں ''کَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ''7 کے الفاظ آتے ہیں۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ وہ پرندے کی ہیئت کی مانند خَلق کرتے تھے۔ یعنی جس طرح ایک پرندہ اپنے پروں کے نیچے انڈوں کو لے کر بیٹھ جاتا اور انہیں اپنی گرمی پہنچاتا ہے جس کے نتیجہ میں بچے پیدا ہو جاتے ہیں۔ اِسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام بھی لوگوں پر اپنی روحانیت کا ایسا اثر ڈالتے اور اُن کی ایسے رنگ میں تربیت کرتے کہ وہ آسمانِ روحانی کی بلندیوں میں پرواز کرنا شروع کر دیتے۔ اِس آیت کے معنے بھی مفسرین کی سمجھ میں نہیں آتے تھے۔ لیکن اِس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی خدا تعالیٰ نے الہام کیا کہ "ہزاروں آدمی تیرے پروں کے نیچے ہیں"8 اِس الہام نے قرآن کریم کی اس آیت کے معنوں کو واضح کر دیا اور بتا دیا کہ مسیح کے متعلق پرندے پیدا کرنے کا جو ذکر آتا ہے اُس سے بھی یہی مراد ہے کہ وہ روحانی استعداد رکھنے والوں کو اپنی طرف کھینچ لیتے تھے اور انہیں اپنی صحبت میں رکھتے تھے جس کے بعد وہ روحانیت میں ترقی کرنے لگ جاتے۔

پس سینکڑوں الہامات ایسے ہیں جن سے قرآن کریم کی مشکل آیات پر روشنی پڑتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ کے الہامات قرآن کریم کے خادم ہیں۔ جس طرح ایک خادم کا کام ہے کہ وہ اپنے آقا کے کپڑوں وغیرہ سے گرد و غبار صاف کرے، بوٹ پالش کرے اور اُس کے سامان کی حفاظت کرے۔ اِسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات قرآن کریم کے معانی پر پڑی ہوئی گرد و غبار کو صاف کر کے اُنہیں لوگوں پر واضح کرتے ہیں اور اُنہیں اُن کی اصل شکل میں ظاہر کرتے ہیں۔ اگر تم انہیں غور سے پڑھو اور پھر قرآن کریم کی آیات پر تدبّر کرو تو تمہیں سمجھ آ جائے گا کہ ان کے ذریعہ قرآن کریم کے بہت سے مشکل مقامات حل ہو جاتے ہیں۔ پس جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام رسول کریم صلّی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے خادم اور غلام ہیں اِسی طرح آپؑ کے الہامات بھی قرآن کریم کے تابع اور اس کے خادم ہیں۔ انہیں کوئی علیحدہ حیثیت حاصل نہیں۔

دوسری بات میں جماعت سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ دوست مجھے بار بار لکھتے رہتے ہیں کہ ہمیں قادیان کب ملے گا؟ میں اُن سے پوچھتا ہوں کہ قادیان تو ہندوستان کا حصہ ہے۔ تم نے

ابھی ربوہ کو ہی آباد کرنے کی کیا کوشش کی ہے؟ میں دیکھتا ہوں کہ میرے بار بار توجہ دلانے کے باوجود ابھی تک دوستوں نے ربوہ کو آباد کرنے کی طرف پوری توجہ نہیں کی۔ اِس کے آباد کرنے کے لیے ضروری ہے کہ یہاں مختلف انڈسٹریاں جاری ہوں، پیشہ ور لوگ یہاں آ کر اپنا کام شروع کریں اور ربوہ کی ترقی اور اس کی آبادی کا باعث بنیں۔ لیکن ابھی تک یہ کام یہاں جاری نہیں ہوئے جس کی وجہ سے ربوہ کی آبادی ابھی مکمل نہیں ہوئی۔ پس دوستوں کو ربوہ کی آبادی کی طرف خصوصیت کے ساتھ توجہ رکھنی چاہیے اور یہاں مختلف قسم کی صنعتیں اور انڈسٹریاں جاری کرنے کی کوشش کرنی چاہیے تا کہ ربوہ دوسرے شہروں کے اصول پر آباد ہو سکے اور اس کی آبادی ترقی کرتی چلی جائے۔ قادیان چونکہ ہندوستان کا حصہ ہے اس لیے بیرونی ممالک یعنی امریکہ، افریقہ اور دوسرے یورپین ممالک کی جماعتوں کا فرض ہے کہ جہاں تک قانون اُن کو اجازت دیتا ہو وہ اپنے بجٹ کا کچھ حصہ قادیان کے لوگوں کی امداد کے لیے بھجواتی رہیں۔ بے شک اس کے نتیجہ میں ربوہ مرکز کو کسی قدر مشکلات پیش آ سکتی ہیں لیکن اگر ہماری جماعت کے تعداد بڑھ جائے اور چندوں میں بھی اضافہ ہو جائے تو باوجود اِس کے کہ بیرونی ممالک کی جماعتوں کے بجٹ کا ایک حصہ قادیان میں منتقل ہوتا رہے گا ربوہ خدا تعالیٰ کے فضل سے پھر بھی آباد رہے گا۔ بہرحال ہماری جماعت کے دوستوں کا فرض ہے کہ وہ ربوہ میں مختلف قسم کی صنعتیں اور چھوٹی چھوٹی دستکاریاں جاری کریں تا کہ جس طرح دوسرے شہر اپنے طبعی سامانوں کی وجہ سے آباد ہیں وہی طبعی سامان ربوہ کو بھی میسر آ جائیں اور اس کی آبادی ترقی کرتی چلی جائے۔ تمام جماعتوں کا فرض ہے کہ وہ یہ روح اپنے افراد میں پیدا کریں اور خصوصیت کے ساتھ ربوہ کو آباد کرنے کی طرف توجہ کی جائے۔ البتہ امریکہ، افریقہ، یورپ اور دوسرے بیرونی ممالک کی جماعتیں چونکہ پاکستان سے باہر ہیں اور اُن پر پاکستان کا قانون عائد نہیں ہوتا اس لیے اُن کا یہ فرض ہے کہ وہ زیادہ زور قادیان کو آباد کرنے پر لگائیں اور اُس سے اُتر کر ربوہ کی آبادی کی طرف کی توجہ کریں۔ اگر ذمہ داری کو تقسیم کر لیا جائے تو یہ سارا کام سہولت سے ہو سکتا ہے۔

پھر اگر تم خدا تعالیٰ سے بھی دعائیں کرو تو وہ تمہیں اس کام کے پورا کرنے کی توفیق عطا فرما دے گا۔ تم اپنے ایمانوں کو مضبوط کرو اور اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے ہاتھوں میں دے دو اور

اُس سے ہر وقت دعائیں کرتے رہو کہ وہ خود تمہاری حفاظت اور نصرت فرمائے۔ وہ خدا جو آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک اپنی قائم کردہ جماعتوں کے لیے غیر معمولی سامان پیدا کرتا چلا آیا ہے۔ وہ اب بھی اِس بات پر قادر ہے کہ ہمارے لیے غیر معمولی سامان پیدا کر دے۔ لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ تم اُن تمام صلحاء کے نقشِ قدم پر چلو جو آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک گزرے ہیں۔ پھر تم دیکھو گے کہ جو کام تم نہیں کرسکو گے وہ خدا تعالیٰ خود کر دے گا۔ مثلاً دیکھ لو تم پاسپورٹ کے بغیر ہندوستان نہیں جاسکتے اور پھر تمہارے پاسپورٹ ایک عرصہ تک تیار بھی نہیں ہوتے۔ اِسی طرح تمہیں ویزا لینے میں کئی مشکلات پیش آجاتی ہیں۔ لیکن اگر خدا تعالیٰ ہندوستان جانا چاہے تو اُس کے لیے کس پاسپورٹ اور ویزا کی ضرورت ہے۔ وہ اگر ہندوستان کے ہندوؤں اور سکھوں کے دلوں پر اُترے اور وہ مسلمان ہو جائیں تو پھر تمہیں کسی فکر کی ضرورت نہیں۔ وہ لوگ خود قادیان کو آباد کر لیں گے۔

میں نے جماعتوں کو بار ہا اِس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ وہ اپنی تعداد کو بڑھانے کی طرف توجہ کریں تا کہ ہماری آمد زیادہ ہو۔ میں نے خلیل احمد ناصر مبلغ امریکہ کو بھی یہ ہدایت دے کر بھجوایا ہے کہ ایسے طریق اختیار کرو کہ امریکہ کی جماعت مضبوط ہو جائے اور اُس کا چندہ بڑھ جائے۔ اگر انہیں خدا تعالیٰ توفیق دے دے تو بہت سی مشکلات دور ہوسکتی ہیں۔ ان کی سکیم یہ ہے کہ امریکہ میں بعض احمدی گاؤں بسائے جائیں۔ اگر اِس سکیم میں وہ کامیاب ہو جائیں اور چند احمدی گاؤں وہاں آباد ہو جائیں تو ہمارے بجٹ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت زیادتی ہوسکتی ہے۔ لیکن ابتدا میں اس کے لیے انہیں محنت کرنی پڑے گی۔ اِس وقت ایک ڈالر کی قیمت پونے چار روپیہ کے قریب ہے۔ اگر امریکہ کی جماعت کا بجٹ ایک لاکھ ڈالر سالانہ ہو جائے تو اس کے معنے یہ ہیں کہ اُن کا سالانہ بجٹ پانچ لاکھ پاکستانی روپے کے برابر ہو جاتا ہے۔ اور اگر دو لاکھ ڈالر سالانہ بجٹ ہو تو اُن کا سالانہ بجٹ دس لاکھ پاکستانی روپیہ کے برابر ہو جاتا ہے۔ اور وہ بڑی آسانی کے ساتھ یورپ اور افریقہ وغیرہ کے مشنوں کو چلا سکتے ہیں بلکہ کچھ روپیہ پھر بھی بچ جاتا ہے جو ربوہ اور قادیان کے لوگوں کی امداد کے لیے وہ بھجوا سکتے ہیں۔

پس دعائیں کرو اور خدا تعالیٰ پر توکل رکھو۔ گھبرانے کی کوئی وجہ نہیں۔ اگر تم اپنے

ایمانوں کو مضبوط کرو تو خدا تعالیٰ خود یہ سب کام کر دے گا اور وہ تمہیں اکیلا نہیں چھوڑے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام ہے کہ مَا کَانَ اللّٰہُ لِیَتْرُکَکَ حَتّٰی یَمِیْزَ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ 9 یعنی خدا تعالیٰ آپ کو اُس وقت تک بے یارومددگار نہیں چھوڑے گا جب تک کہ وہ نیکی اور بدی میں امتیاز نہ کر دے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کیا کرتا۔ بے شک شیطان جھوٹ بولتا اور وعدہ خلافی کرتا ہے لیکن خدا تعالیٰ جھوٹ نہیں بولتا اور نہ وعدہ خلافی کرتا ہے۔ پس تم اُس سے دعائیں کرو اور اپنے تعلق کو پہلے کی نسبت زیادہ مضبوط بناؤ تا کہ وہ تمہاری مدد کے لیے آسمان سے اُتر آئے اور تمہاری مشکلات دور ہو جائیں۔''

خطبہ ثانیہ کے بعد حضور نے فرمایا۔

'' میں اپنی صحت کے بارے میں بھی دوستوں سے چند باتیں کہنا چاہتا ہوں۔ یورپ سے واپس آ کر کراچی میں پہلے چند دن تو میری طبیعت سفر کی کوفت کی وجہ سے خراب ہوگئی تھی لیکن پھر وہ کیفیت جاتی رہی اور طبیعت خدا تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہوگئی۔ یہاں آنے پر میری طبیعت پھر خراب ہونی شروع ہوگئی جس کی وجہ سے خطبہ پڑھنے کے بعد میں بہت تھک جاتا تھا اور طبیعت پر وحشت سی طاری ہو جاتی تھی۔ لیکن اب اس وحشت میں خدا تعالیٰ کے فضل سے کمی ہے اور تھکان بھی کم محسوس ہوتی ہے۔ چنانچہ پچھلے جمعہ کا خطبہ پڑھنے کے بعد میں نے کافی تھکان محسوس کی تھی۔ لیکن آج وہ کیفیت نہیں۔ گو آج بھی میں تھکا ہوں لیکن پچھلے جمعہ جتنا نہیں اور میرا دماغ پہلے سے زیادہ طاقت محسوس کرتا ہے۔ میں نے اِس ڈر کی وجہ سے کہ کہیں طبیعت پر بوجھ نہ پڑے خطبہ بند کر دیا ہے ورنہ اگر میں چاہتا تو دس پندرہ منٹ اَور بھی بول سکتا تھا۔ مجھے خواب میں بتایا گیا ہے کہ میری صحت کا دارومدار دوستوں کی دعاؤں پر ہے۔ میں یورپ میں تھا تو میں نے زیورچ میں خواب دیکھا کہ ایک اونچی سی جگہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ کے سامنے ہماری ساری جماعت کھڑی ہے اور اُس سے رو رو کر دعائیں کر رہی ہے۔ اور میری طرف اشارہ کر کے کہتی ہے کہ خدایا! اس شخص نے تجھے ہمارے اتنا قریب کر دیا تھا کہ ہم یوں محسوس کرتے تھے کہ تُو آسمان سے اتر کر ہمارے پاس آ گیا ہے۔ پھر یہ شخص ہمیں قرآن کریم سناتا اور اِس طرح سناتا کہ ہمیں یوں محسوس ہوتا کہ تیری وحی جو محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی ہے وہ آج ہمارے سامنے نازل ہو رہی ہے۔

پھر یہ شخص ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی باتیں سناتا اور ہمیں یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود اپنی زبان سے ہمیں وہ باتیں سنا رہے ہیں۔ لیکن اے خدا! ابھی ہمارے تعلقات تیرے ساتھ پختہ نہیں ہوئے۔ اگر یہ شخص مر گیا تو ہم بالکل بے سہارا ہو کر رہ جائیں گے اور ہمارا براہ راست تجھ سے تعلق پیدا نہیں ہوگا۔ اس لیے اے خدا! ابھی ضرورت ہے کہ اِس شخص کو دنیا میں زندہ رکھا جائے تا یہ ہمیں تیرے ساتھ وابستہ رکھے اور تیری باتیں ہمیں سناتا رہے اور ہمیں یوں معلوم ہو کہ وہ باتیں تُو خود ہمیں سنا رہا ہے۔

اِس رؤیا میں جو نظارہ میں نے دیکھا اور جس کرب و اضطراب کے ساتھ میں نے جماعت کے دوستوں کو روتے اور دعائیں کرتے دیکھا اُس کی دہشت کی وجہ سے میری طبیعت خراب ہوگئی۔ لیکن چند دن کے بعد پھر سنبھل گئی۔ اس کے بعد میں نے یورپ سے پاکستان تک کا لمبا سفر کیا جس کی وجہ سے طبیعت نے کوفت محسوس کی۔ لیکن کراچی پہنچ کر طبیعت اچھی ہوگئی۔ اسکے بعد یہاں آکر طبیعت پھر خراب ہوگئی لیکن اب پھر خدا تعالیٰ کے فضل سے صحت میں ترقی محسوس ہو رہی ہے۔ لیکن چونکہ مجھے رؤیا میں بتایا گیا ہے کہ میری صحت کا دارومدار دوستوں کی دعاؤں پر ہے اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ یہ معاملہ دواؤں سے نہیں بلکہ دعاؤں سے تعلق رکھتا ہے۔

پس میں جماعت کے دوستوں کو تحریک کرتا ہوں کہ وہ میری صحت کے لیے دعا کریں۔ اگر آپ لوگوں میں سے کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ میرا وجود اسلام اور احمدیت کے لیے ترقی کا موجب ہے اور اس سے انہیں فائدہ پہنچ رہا ہے تو میرا حق ہے کہ وہ میری صحت کے لیے دعا کرے۔ کیونکہ ایسا وجود جو بیکار اور تھکا ہوا ہو سلسلہ کا کیا کام کر سکتا ہے۔ مثلاً آج میری طبیعت اچھی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر کوئی مخالف شدید سے شدید اعتراض بھی اسلام پر کرے تو میں اُس کا جواب دے سکتا ہوں۔ لیکن اگر میری طبیعت اچھی نہ ہو تو میں کیا کر سکتا ہوں۔

ڈاکٹروں سے جب میں نے اس امر کی شکایت کی تو انہوں نے کہا کہ بیماری کی وجہ سے آپ کی حالت ایک بچہ کی سی ہوگئی ہے۔ اب آپ کو نئے سرے سے سب کچھ سیکھنا پڑے گا۔ آپ کو بچے کی طرح چلنا بھی سیکھنا پڑے گا، بولنا بھی سیکھنا پڑے گا اور لکھنا بھی سیکھنا پڑے گا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ انسان ہمت سے ہی سیکھ سکتا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ ہمت دے تو میں یہ تمام باتیں نئے سرے سے سیکھ لوں۔ یورپ میں مَیں کچھ پڑھنے لگ گیا تھا۔ اور کراچی میں تو اخبار کے دو دو صفحے بھی

پڑھ لیتا تھا۔لیکن اب پھر پڑھنے سے گھبرا جاتا ہوں۔ گو اتنا فرق ضرور ہے کہ پہلے جو مجھے گھبراہٹ سی ہوتی تھی وہ اب نہیں ہوتی اور میں بیٹھ کر کسی قدر کام کر لیتا ہوں۔لیکن کسی معاملہ پر لمبا غور نہیں کر سکتا۔ اس لیے میں نے خطبات لکھنے والے محکمہ سے کہا ہے کہ وہ میرے خطبے اپنی ذمہ داری پر شائع کر دیا کریں۔ کیونکہ مسودات پر نظرِ ثانی کرنے کی مجھ میں ہمت نہیں۔ جب کچھ طبیعت سنبھل گئی تھی تو میں سمجھتا تھا کہ میں اس سال پہلے سالوں کی طرح جلسہ سالانہ کے موقع پر بڑی شان سے تقریر کر سکوں گا۔ لیکن پھر بیماری کی وجہ سے مجھے خیال گزرا کہ شاید میں دس منٹ بھی تقریر نہ کر سکوں۔اب میری طبیعت خدا تعالیٰ کے فضل سے نسبتاً بہتر ہے۔ چنانچہ چند دن پیشتر تو میں چند منٹ بھی بولتا تھا تو تھک جاتا تھا۔ لیکن اب گھنٹہ بھر بھی تقریر کرنا چاہوں تو کر سکتا ہوں۔ یہ تغیر دوستوں کی دعاؤں کا ہی نتیجہ ہے۔ جماعت جب دعاؤں پر زور دیتی ہے تو میری صحت ترقی کرنے لگ جاتی ہے۔

پس اگر جماعت واقع میں یہ سمجھتی ہے کہ میرے وجود سے اسلام اور احمدیت کو کوئی فائدہ پہنچ رہا ہے تو وہ میرے لئے دعائیں کرے تا کہ خدا تعالیٰ مجھے اس قابل بنا دے کہ میں کام کر سکوں۔ اگر میں کام نہ کر سکوں تو طبیعت میں گھبراہٹ پیدا ہو جاتی ہے۔لیکن اگر خدا تعالیٰ مجھے کام کرنے کی طاقت دے تو یہ دیکھ کر کہ میں سلسلہ کی خدمت کر رہا ہوں اور وہ میری وجہ سے ترقی کر رہا ہے آپ لوگوں کو بھی خوشی محسوس ہوگی اور مجھے بھی خوشی ہوگی کہ مجھے جو سانس آتا ہے وہ اسلام اور احمدیت کی خدمت میں آ رہا ہے اور مجھے اور تم کو خدا تعالیٰ کے اَور قریب کر رہا ہے۔ اِس طرح مجھے بھی راحت نصیب ہوگی اور تمہیں بھی راحت نصیب ہوگی۔ اور پھر صرف آج ہی نہیں بلکہ آئندہ بھی اُس کی مدد اور نصرت ہمیشہ آتی رہے گی۔ پس تم اِس نکتہ پر غور کرو جو میں نے بیان کیا ہے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کرو۔''

(الفضل 18؍نومبر 1955ء)

---

1: الاحزاب:41

2: تبلیغِ رسالت جلد دوم صفحہ 44 نمبر 64۔ و مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 232 نمبر 75 زیرِ عنوان: تقریر واجب الاعلان متعلق ان حالات و واقعات کے جو مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب ملقب بہ شیخ الکل سے جلسہ بحث 20؍اکتوبر 1891ء کو ظہور ہوئی از غلام احمد قادیانیؐ۔ 23 اکتوبر 1891ء از مقام دہلی۔

3: تجلیات الٰہیہ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 412,411

4: تذکرہ صفحات 275,243,77 ایڈیشن چہارم

5: الانبیاء:31

6: الکھف:111

7: آل عمران:50

8: تذکرہ صفحہ 703 ایڈیشن چہارم

9: تذکرہ صفحہ 67 ایڈیشن چہارم